اسی زمانے میں مرزا غالب کے شاگرد نادر شاہ خاں شوخی رام پوری مقیم کلکتہ کی فرمائش پر ارتجالاً چھ شعر (۳۶) کہے اور ساتواں شعر مزید فرمائش پر یہ کہا۔

وعدۂ وصل بھی کچھ طرفہ تماشائی ہے بات
میں تو بھولوں نہ کبھی، ان کو کبھی یاد نہ ہو[1]

اسی زمانے میں مخزن نیا نیا نکلا تھا۔ اس میں چند تحریریں (اخبار نویسی، اور خاقانی شروانی) بھیجیں۔ رونق رائے نظر کے 'خدنگ نظر' (لکھنؤ) میں غزلیں نکلیں، اور انہیں کچھ دن بعد نثر کا ایک حصہ بڑھانے پر آمادہ کر لیا جس کی ترتیب اپنے ذمہ لے لی۔ 'احسن الاخبار' اور 'تحفۂ احمدیہ' (مرتبہ احمد حسن فتحپوری) میں بالالتزام مضامین نویسی ہونے لگی۔ پھر خود اپنا ایک پرچہ 'لسان الصدق' جاری کیا۔ یہ سب باتیں ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء کی ہیں۔ اس وقت میری عمر ۱۵، ۱۶ برس سے زیادہ نہ تھی۔[2]

تعلیم سے پندرہ برس کی عمر میں فارغ ہو گیا تھا...... والد نے تدریس کا سلسلہ بھی شروع کرا دیا تھا ..... سب سے پہلی تقریر میں نے ۱۹۰۳ء میں کی .... غالباً دوسرے سال انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں شریک ہوا تھا اور تقریر بھی کی تھی۔[3] ندوۃ العلماء اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاسوں میں اب پابندی کے ساتھ شریک ہونے لگے۔ کانفرنس کے لکھنؤ اجلاس میں ۱۹۰۴ء میں ان کی شرکت کی شہادت موجود ہے۔[4]

اسی دوران میں شبلی سے تعارف ہو چکا تھا۔ ان کی دعوت پر 'الندوۃ' کے اسٹاف میں شامل ہو گئے اور اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک اس سے وابستہ رہے۔[5] اپریل میں الندوہ چھوڑ کر 'وکیل' امرتسر

---

[1] نقشِ آزاد، ۵۲۔

[2] ایضاً۔ جو فقرے بریکٹ ( ) میں ہیں اس کی ذمہ داری لینے کے لیے میں تیار نہیں ہوں۔ مولانا نے الہ یوں ہی کہا ہے۔ مزید توثیق کے لیے: "آزاد کی کہانی" بروایت ملیح آبادی۔ ملیح آبادی کے یہاں کچھ اور پرچوں اور بعض تصانیف کے نام مل جائیں گے جن کی تصدیق کے لیے میرے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔

[3] نقشِ آزاد، ۵۲۔ [4] بیان ڈپٹی حبیب اللہ خاں۔ ترتیب عابد رضا بیدار، 'ضیا' جون ۵۹ء

[5] 'الندوۃ' اکتوبر ۱۹۰۵ء تا مارچ ۱۹۰۶ء۔

برہان دہلی

کے ادارے میں پہونچ گئے۔ مگر اسی سال کے آخر تک کسی مہینے (وہ وکیل کو چھوڑ کر خود) اپنا اخبار نکالنے کی فکر میں تھے۔

وسط جنوری (۱۹۰۷ء) سے ایک مستقبل اخبار میری ایڈیٹری میں کلکتہ سے نکلے گا: دارالسلطنت[1]

۱۹۰۷ء سے مئی ۱۹۰۹ء تک کے درمیانی وقفہ میں بغداد، قاہرہ اور پیرس کا سفر کیا[2]۔ جون ۱۹۰۹ء میں وہ ہندوستان میں موجود تھے[3]۔

۱۹۱۰ء میں وہ اس ہفتہ روزہ کے نکالنے کے لیئے بے چین تھے جو دو سال بعد الہلال کے نام سے نکلا[4]۔ ۱۹۱۲ء میں ۱۳ جولائی کو بالآخر الہلال نکل آیا۔ خوبصورت ٹائپ میں مصور پرچہ۔ روایت ساز!

"ہر شخص کی زندگی کے مختلف پہلو ہوتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کسی قدر متضاد و مختلف ہوں۔ خود میں گلیم زہد اور قبائے رندی کو ایک ہی وقت میں اوڑھنے کا مجرم ہوں[5]"

"آنکھیں کھلیں تو عہدِ شباب کی صبح ہو چکی تھی اور خواہشوں اور ولولوں کی شبنم سے خارستانِ ہستی کا ایک ایک کانٹا پھولوں کی طرح شاداب تھا۔ اپنی طرف دیکھا تو پہلو میں دل کی جگہ سیماب کو پایا۔ دنیا پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ اس صبحِ فریب کے لیئے نہ تو سوز و تپش کی دوپہر ہے نہ ناامیدی وناکامی کی شام۔ یہ سارا شہرستانِ امید اور نگارخانۂ نظر فریب صرف ہمارے ہی دیدہ و دل کی کامجوئیوں کے لئے بنا ہے اور گویا گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ ہماری ہوسناکیوں کے لیئے چشم براہ

---

[1] بنام حسن نظامی (اتالیق خطوط نویسی) ۱۹۰۶ء

[2] کاروانِ خیال میں اس سفر کا تذکرہ آیا ہے، مزید۔ لوئی مسنیون: ابوالکلام آزاد مرتبہ ہمایوں کبیر: انڈیا ونس فریڈم۔

[3] شبلی بنام ابوالکلام، ۱۵ جون ۱۹۰۹ء کا ایک خط (مکاتیب شبلی ۱، ص ۲۹۰)

[4] مکاتیب شبلی: اتالیق خطوط نویسی ۱۹۱۰ء کے خطوط۔

لسان الصدق کے بارے میں دوسری معتبر روایتوں کے علاوہ ملاحظہ ہو قاضی عبدالودود، آجکل جون ۱۹۵۹ء

[5] بنام حسن نظامی ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء (اتالیق خطوط نویسی)

ہے۔ جس طرف کان لگایا یہی صدا سُنائی دی.....

شہر یست پُر ز خوباں، و ز ہر طرف نگار ــــ

یاراں صلائے عام است گر می کنید کار ــــ

غفلت و مدہوشی نے افسوں پھونکا، سرمستی و سرگرانی نے جام بھرے، جنونِ شباب نے ہاتھ پکڑا اور ولولوں اور ہوسوں نے جو راہ دکھائی دل کی خود فروشیوں نے اُسی کو منزلِ مقصود سمجھا ہوش و خرد کو گو پہلے حیرانی ہوئی لیکن پھر اس نے بھی آگے بڑھ کر اشارہ کیا، راہ ہے تو یہی اور وقت ہے تو اسی کا۔

ساقیا مرنج از من عالمِ جوانی ہاست

جس طرف نظر اُٹھائی ایک صنم آبادِ اُلفت و پرستش پایا جس میں مندروں اور مورتیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہر مندر جبینِ نیاز کا طالب، ہر مورتی دل فروشی و جاں سپاری کے لیے وبالِ دوش، ہر جلوہ برقِ تمکین و اختیار، ہر نگاہ بلائے صبر و قرار۔

الفراق اے صبر و تمکیں، الوداع اے عقل و دیں

جس راہ میں قدم اُٹھایا زنجیروں اور کمندوں نے استقبال کیا، جس گوشے میں پناہ لی وہی زندانِ ہوش و آگہی نکلا۔ ایک قید ہو تو ذکر کیجیے۔ ایک زنجیر ہو تو اس کی کڑیاں گنیئے.....

وائے بر صیدے کہ یک باشد و صیادے چند

.....کبھی سرو کی بلند قامتی پر رشک آیا تو سر بلندی و سرافرازی کے لیے دل خون ہوا۔ کبھی سبزۂ پامال کی خاکساری و افتادگی پر نظر پڑ گئی تو اپنے پندار و خود پرستی پر شرم آئی۔ کبھی بادِ صبا کی روش پسند آئی تو اقامت گزینی سے وحشت ہوئی۔ آوارگی و رہ نوردی کی دل میں ہوا سمائی۔ کبھی آبِ رواں کی بے قیدی و بے تعینی اس طرح جی کو بھائی کہ پابندیوں اور گرفتاریوں پر آنکھوں نے

سے • لکھنؤ کے تماش بینوں کی اصطلاح میں 'خانہ ساز آشنا' اُسے کہتے ہیں جسے طوائفیں اپنے جی کے اٹکاؤ کے لیے لگائے رکھتی ہیں ـــ غبارِ آزاد، ۳۲۳۔

آنسوؤں اور دل نے زخموں کے ساتھ ماتم کیا... غرضکہ نہ تو اسباب میں کمی تھی اور نہ استعداد بالکل مفقود تھی۔

.... گمراہیٔ عمل کی آخری حد فسق ہے اور گمراہیٔ اعتقاد کی الحاد، سو فسق و الحاد کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جس سے اپنا نامۂ اعمال خالی رہا ہو....

کوئی پکارتا ہے اور دروازہ نہیں کھلتا، کوئی بھاگتا ہے اور اس پر کمند پھینکے جاتے ہیں قانونِ طلب وسعی سے انکار نہیں۔ لیکن اگر وہ بے طلب دینا چاہے تو اس کا ہاتھ پکڑنے والا کون ہے.....

ناگہاں جاذبۂ توفیقِ الٰہی پردۂ عشقِ مجاز میں نمودار ہوا اور ہوس پرستیوں کی آوارگیوں نے خود بخود شاہراہِ عشق و محبت تک پہونچا دیا۔ آگ لگتی ہے تو رفتہ رفتہ شعلے بھڑکتے ہیں۔ سیلاب آتا ہے تو بتدریج پھیلتا ہے۔ یہ تو ایک بجلی تھی جو آناً فاناً نمودار ہوئی، چمکی اور دیکھا تو خاک کا ڈھیر تھا۔

ہوس و عشق پر کیا موقوف ہے۔ کوئی درمیانی منزل ہو، اگر قدم آگے بڑھنے سے رک گئے تو پھر وہی منزل بہت اور رہرو اس کا پرستار.... کامیابی چلتے رہنے اور بڑھتے جانے کا نام ہے کہ،

ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش کام ہوئے اور چل نکلے
اور نامرادی نہیں ہے مگر اٹکنے اور رہ جانے میں۔

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

چنانچہ.... اس منزل کے وقفہ نے بھی زیادہ طول نہ کھینچا۔ ایک سال پانچ ماہ کے اندر اس کوچے کے بھی تمام رسم و راہ ایک ایک کر کے دیکھ ڈالے۔ کوئی گوشہ کوئی مقام باقی نہیں چھوڑا۔ نہ مجنوں سے ہمعنانی کا سودا ہے، نہ فرہاد سے مقابلے کا دعویٰ.... البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ عشق و عاشقی و طریقِ آشفتگی و جاں سپاری کی جتنی باتیں سننے میں آتی تھیں وہ سب کر کے دیکھ لیں اور اس راہ کا کوئی حال اور معاملہ ایسا نہیں رہا جو کسی کی زبان پر ہو اور اپنے پہ

نہ گزر چکا ہو....

....ایک ایک گھڑی اور ایک ایک لمحہ ایسا گزر چکا ہے کہ سیکڑوں آہیں اندر ہی اندر گھٹی ہیں، ہزاروں شورشیں سینے کے اندر ہی اندر جلی ہیں۔ آنسوؤں کو آنکھوں کی وسعت نہ ملی تو دل کے گوشے ہی میں طوفان اٹھاتے رہے.....

انداز جنوں کون سا ہم میں نہیں مجنوں :
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

اگرچہ اس معاملے کا خاتمہ بظاہر ناکامی و مایوسی پر ہوا لیکن فی الحقیقت فتح و کامرانی کی ساری شادمانی اسی ناکامی میں پوشیدہ تھی۔ اسی ناکامی نے بالآخر کامیابی کی راہ کھولی .... غبار مجاز دور ہوا تو کعبۂ حقیقت سامنے تھا۔

....سارا کام پہلے سے ہو چکا تھا، چولہا مدتوں سے گرم تھا۔ ہوس بازی نے چنگاریوں کا کام دیا تھا، عشق نے شعلے بھڑکائے تھے۔ صرف اتنی بات باقی رہ گئی تھی کہ ایک دیگ اتار کر دوسری چڑھا دی جائے۔ یہ کام عشق کی امیدوں سے نہ ہو سکا تو کیا مضائقہ، عشق کی مایوسیوں نے تو پورا کر دیا.... [۱]

"اگر ہوس پرستی و رندی کی منزل پیش نہ آتی تو نہیں معلوم حقیقت پرستی کے کتنے ہی گوشے ہیں جن سے ہمیشہ بے خبر رہتے۔" [۲]

"جس حال میں رہے نقص و ناطاقتی سے دل کو ہمیشہ گریز رہا اور شیوۂ تقلید و روشِ عام سے پرہیز۔ جہاں کہیں رہے اور جس رنگ میں رہے کبھی کسی دوسرے کے نقشِ قدم کی تلاش نہ ہوئی۔ اپنی راہ خود ہی نکالی اور دوسروں کے لیے اپنا نقشِ قدم رہنما چھوڑا۔ رندی و ہوسناکی کا عالم رہا تو اس کو بھی ناتمام نہ چھوڑا۔" [۳]

---

[۱] تذکرہ ۳۱۵ – ۳۲۴

[۲] ایضاً ۳۲۶

[۳] ایضاً ۳۲۸

اپنی شکستگی و خستگی نہ تو کسی ہاتھ کی ممنون ہے، نہ کسی زبان کی، نہ خاندان کی، نہ تعلیم و تربیتِ ظاہری کی جو کچھ پایا ہے صرف بارگاہِ عشق سے پایا ہے جتنی رہنمائیاں ملیں، صرف اسی مرشدو ہادیٔ طریق سے ملیں۔ درد بن کر آیا تھا مگر درماں بن کے گیا... علم کا دروازہ اسی نے کھولا عمل کی حقیقت اسی نے بتلائی... قرآن کا بھید اسی نے بتلائے، سنت کے اسرار اسی نے کھولے۔ نظر اسی نے دی، دل اسی نے بخشا ——

اگر کسی کو اوّل روز سے اپنے زہد و پاکی پر ناز ہو تو ہم کو بھی اپنی اس رندی و ہوسناکی کی تردامنی کا کوئی شکوہ نہیں جس کو عین اکیس بائیس سال کی عمر میں (کہ جنونِ شباب کی سرمستیوں کا اصل موسم ہوتا ہے) دونوں ہاتھوں سے اس طرح نچوڑا کہ ایک قطرہ بھی باقی نہ چھوڑا....

باوجودیکہ اس معاملے پر کامل لو دس برس گزر چکے[*]... لیکن الحمدللہ کہ جو درد پہلے داغ اور پھر زخم بن کر رہا تھا اب ناسور بن کر نہاں خانۂ دل میں محفوظ ہے اور امید ہے کہ ہمیشہ محفوظ رہے گا۔"[1]

مولانا کی سوانح حیات کا باقی ماندہ حصہ جانا پہچانا ہے۔

۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک الہلال (اور پھر البلاغ) نکالا۔[2] ۳۰ مارچ ۱۹۱۶ء سے یکم جنوری ۱۹۲۰ء تک رانچی میں نظر بند رہے[3] اور ۱۹۲۳ء میں کانگریس کے خصوصی اجلاس میں اس کے صدر چن لیئے گئے جس عہدہ کی ذمہ داری ایک بار اور ان کو سپرد کی گئی اور اس بار کامل ۶ سال کیلئے، ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۶ء تک[4]۔

"میں نے ۱۹۱۲ء میں ایک اردو جرنل الہلال جاری کیا..... الہلال نے تین سال کے اندر مسلمانانِ ہند کی مذہبی اور سیاسی حالت میں بالکل نئی حرکت پیدا کر دی..... الہلال نے مسلمانوں کو تعداد کی جگہ ایمان پر اعتماد کرنے کی تلقین کی اور بے خوف ہو کر ہندوؤں کے ساتھ مل جانے کی دعوت دی۔ اس

---

[*] یعنی یہ بات ۱۹۰۸ء، ۱۹۰۹ء کے لگ بھگ کی ہے۔ اپنے حساب سے اس وقت ان کی عمر ۲۱، ۲۲ سال تھی۔

[1] تذکرہ - ۳۰ - ۳۲۶ -

[2] الہلال اور البلاغ کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے "ہندوستانی صحافت کا ایک اہم باب" از عابد رضا بیدار، اردو ادب، آزاد نمبر۔

[3] تذکرہ، دیباچہ اور آخری اوراق، اخبار پیغام کلکتہ۔ [4] انڈیا ونس فریڈم

سے وہ تبدیلیاں رونما ہوئیں جن کا نتیجہ آج متحدہ خلافت دسوراج ہے۔ بیوروکریسی ایک ایسی تحریک کو زیادہ عرصے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیئے پہلے الہلال کی ضمانت ضبط کی گئی، پھر جب البلاغ کے نام سے دوبارہ جاری کیا گیا تو ۱۹۱۶ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے مجھے نظر بند کر دیا۔ میں بتلانا چاہتا ہوں کہ الہلال تمامتر زندگی یا موت کی دعوت تھی۔ اسلام کی مذہبی تعلیمات کے متعلق اس نے جس سلک بحث ونظر کی بنیا دڈالی، اس کا ذکر یہاں غیر ضروری ہے، صرف اس قدر اشارہ کروں گا کہ ہندوؤں میں آج مہاتما گاندھی مذہبی زندگی کی جو روح بیدار کر رہے ہیں، الہلال اس کام سے ۱۹۱۴ء میں فارغ ہو چکا تھا۔[1]

۱۹۲۱ء کے آخر میں ملیح آبادی کی ادارت میں کلکتے ہی سے ہفتہ وار پیغام نکلوایا جو تین مہینے چل کر مولانا کی گرفتاری کے بعد بند ہو گیا۔[2] پیغام پر مولانا کی صحافتی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

پھر اس کے بعد کی زندگی خالص عملی سیاست کی زندگی ہے جو تاریخ آزادئ ہند کی کتابوں کے علاوہ "انڈیا ونس فریڈم" (آزادی کی جیت) میں محفوظ ہے۔ اور معلوم عوام ہے اس غا رجی سوانح زندگی کے اندرونی دھارے دیکھنا ہوں تو جامع مسجد کی ۱۹۴۷ء کی یادگار تقریر کافی ہے۔ اس میں اس بے چین روح کے سارے احساسات سمٹ آئے ہیں۔ اس کے تتمے کیلئے نقش آزاد کے ۲۵ر جنوری اور ۱۷ر جون ۱۹۳۷ء اور ۲۵ر جولائی ۱۹۳۵ء کے خطوط پڑھ لیجئے، قوم پرست آزاد کا پورا خاکہ سامنے آ جائے گا۔

تصانیف جن کا تذکرہ نقش آزاد میں آیا ہے اور جس جس طرح آیا ہے[3]

تذکرہ ——— اصل قیمت دو روپے ہے ص ۳

---

[1] قول فیصل، ص ۶۰-۶۱، ۱۱ر جنوری ۱۹۲۲ء

[2] پیغام کے بارے میں تفصیل کے لیئے دیکھیئے عابد رضا بیدار کا اشاریہ "نگار" مئی ۱۹۵۹ء

[3] تصانیف کی تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو: آزاد ببلوگرافی مرتبہ عابد رضا بیدار، اردوئے معلّٰی آزاد نمبر۔ ص ۳ نمبر ۲۸۔

ترجمان القرآن جلد اوّل   اشاعت قبل از ۲۵ جولائی ۱۹۳۲ء

" جلد دوم   مارچ-مئی ۱۹۳۶ء تعداد چھ ہزار

" جلد سوم کی کتابت شروع جنوری ۱۹۳۰ء تک اشاعت کی توقع ہے

ترجمان القرآن اوّل دوم، طبع ثانی اشاعت اپریل، جولائی ۱۹۴۷ء (بلا اجازت)

ام القرآن یعنی تفسیر سورۂ فاتحہ۔ ضخامت تقریباً ۔۳ صفحات- ۱۹۳۶ء میں اشاعت کیلئے تیار ہے

غبار خاطر   اشاعت اپریل مئی ۱۹۴۶ء   تعداد ۵۰۰۰

——— نیا ایڈیشن   فروری ۱۹۴۷ء

وہ مضامین جن کا ذکر نقش آزاد میں آیا ہے

منصب خلافت کی تشریح   زمیندار ... ۱۹۲۷ء ...

ایک طویل سلسلہ مضمون   زمیندار اکتوبر ۱۹۲۸ء

[illegible]   پیغام ۱۹۲۷ء

[illegible]   نظام المشائخ مئی-جون ۱۹۱۰ء [illegible]

غالب تصنیف بحر پر تعلیق   فروری ۱۹۴۰ء [illegible] نقش آزاد

ف [illegible]

ف [illegible]

ف [illegible] اشارہ ہوا ز ... [illegible] ... بی مجھے ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

ادبیات

غزل

جناب الم مظفر نگری

آتی ہے اک آواز مجھے دل کی طرف سے
منزل کا بلاوا ہے یہ منزل کی طرف سے

حملے مری کشتی پہ کیا کرتے ہیں طوفاں
دریا کی طرف سے کبھی ساحل کی طرف سے

جلووں کو وہ اپنے کہاں دیکھے گا کہ جس نے
منہ پھیر لیا آئینۂ دل کی طرف سے

تیرِ نگہِ ناز کی شوخی کو نہ پوچھو
آتا ہے کلیجے کی طرف دل کی طرف سے

یہ فصلِ چمن ہے کہ سرِ گلشنِ ہستی
ہوتا ہے کوئی جشن عنادل کی طرف سے

رہزن سے تو ہر گام پہ رہتا ہوں میں ہشیار
خطرہ ہے مگر رہبرِ کامل کی طرف سے

موجود یہیں ہو نہ وہ مقصودِ نظر دیکھ
نظریں نہ ہٹا جلوۂ باطل کی طرف سے

ہر ذرۂ ہستی میں تڑپ ہو گئی پیدا
جب درد کی اک موج اٹھی دل کی طرف سے

سرگشتۂ وحشت ہے کوئی بعدِ فنا بھی
گزرا ہے غبار اک ابھی محمل کی طرف سے

آئے گا کوئی جام ادھر بھی کہ ابھی تو
جاری ہے کرم ساقیِ محفل کی طرف سے

برسے گی سرِ خمکدۂ عشق یہ کھل کر
اٹھی ہے گھٹا میکدۂ دل کی طرف سے

رہتا ہوں الم اس لئے سرگرمِ سخن میں
ملتی ہے مجھے داد مرے دل کی طرف سے